کرنل فضلِ اکبر کمالؔ اور میجر نور الحسن رضوی کے شعری مجموعوں کا جائزہ

محمد شوکت علی

Muhammad Shoukat ali

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

وسیم عباس گل

Waseem Abbas Gul

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

This article has presented the services of Army's two great poets. They continued military service as well as Urdu. Colonel Fazl-e-Akbar Kamal is the author of "Hareem o Hijab". Their poetry has fascinating trend and reality factor. And the rays of hope are obvious. His poetry covers various writings of Urdu literature. Maj. Syed Noor-ul-Hassan is the author of "Aks e Noor". In this book, he has tested many principles of Urdu literature. Your poetry has been tested on love virtual and glimpse of dream. you think Western Civilization greatly damaged Islamic civilization and culture. your poetry can be included in Urdu literature.

لفٹیننٹ کرنل فضلِ اکبر کمالؔ فرنٹیئر کور بلوچستان، کوئٹہ کی طرف سے پاکستان آرمی میں اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔ آپ ۱۶ دسمبر ۱۹۴۰ء کو ضلع ہزارہ (اب ضلع مانسہرہ) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب بھی فوج میں ملازمت کرتے تھے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم ضلع مانسہرہ کے آدھے پشتو اور آدھے ہندکو بولنے والے پیارے گاؤں بفہ سے حاصل کی۔ آپ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے صوفیوں کی طرف اور والدہ کی طرف سے علمائے دین کی طرف جاتا ہے، لیکن شعر و سخن کی طرف راغب ہونا بھی کمال ہے۔ فضل اکبر کو بچپن میں ہی شعر و شاعری سے شغف حاصل ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

’’بچپن میں قرآنی قاعدہ ختم کرنے کے بعد میں نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی تو قرآنی آیات کو اشعار کی صورت میں گانے پر مجھے سرزنش کی جاتی۔ مجھے ایک ایسی

آیت اب بھی یاد ہے۔جس پر مجھے ٹوکا گیا تھا۔اور جسے میں مزے لے لے کر گایا کرتا تھا۔رجزا مِّنَ السَّماءِ کَانو یَفسُقُون ہ ابھی میں پرائمری سکول میں تھا کہ مجھے شعر جمع کرنے کی عادت پڑ گئی۔'' (۱)

فضلِ اکبر کمالؔ نے گورنمنٹ ہائی سکول بفہ سے میٹرک کی تعلیم حاصل کی اور ہر کلاس کو درجہ اوّل میں پاس کیا۔اس دوران سکول میگزین کے انچارج بھی رہے۔ان کے ایک کلاس فیلو ارشاد احمد جو بعد میں گورنمنٹ کالج مانسہرہ میں پروفیسر ہوگئے تھے۔انھوں نے گاؤں بفہ میں ایک ادبی انجمن کی بنیاد بھی ڈالی۔فضل اکبر صاحب کو گاؤں اور سکول کی سطح سے ہی ادبی ماحول میسر ہوا جس نے آپ کی شخصیت میں مزید نکھار پیدا کیا۔۱۹۵۹ء میں فضلِ اکبر کمالؔ نے میٹرک کیا،لیکن غم روزگار کی وجہ سے کالج نہ جا سکے اور پرائیویٹ گریجویشن کی۔۱۹۶۲ء میں پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں تربیت کے لیے منتخب ہوگئے۔۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں بھی حصّہ لیا۔جنگی حالات کے دوران فضل اکبر مختلف مشاہدات اور تجربات سے گزرے جس سے ان کی شخصیت اور سخن میں مزید نکھار پیدا ہوا۔آپ کا مجموعہ کلام ''حریم وحجاب'' ۱۹۸۵ء میں انجمن دبستان بولان کوئٹہ، پاکستان کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔آپ کا یہ دیوان ۲۳۴ صفحات پر مشتمل ہے جس کو تین حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلا حصّہ 'حسن ادراک' ہے جس میں حمد، مناجات، تلاش، بحضور صلی اللہ علیہ وسلم سرور کائنات، عرفان نظر، تو آسمان کا فخر ستاروں کی آبرو اور عبدیت جیسے موضوعات شامل ہیں۔حصّہ دوم حریم غزل ہے جس میں ۵۲ غزلیں شامل ہیں۔حصّہ سوم ''حجابِ درمیاں'' ہے جس میں کاکولیات، لفٹینیات، کپتانیات، میجریات، کرنیلیات، قطعات اور ملّی نغمے شامل ہیں۔کرنل فضل اکبر کمالؔ کے دیوان ''حریم وحجاب'' میں ان تبصروں کو بھی شامل کیا گیا ہے جو ادیبوں اور شعرا نے دیوان کے ضمن میں لکھے ہیں۔ان میں سید ضمیر جعفری، احمد ندیم قاسمی، قتیل شفائی، پریشان خٹک، ڈاکٹر انعام الحق کوثرؔ، جاذب قریشی، برگ یوسفی اور آصف ثاقبؔ نے اظہارِ خیال کیا۔فضلِ اکبر کمالؔ کے کلام میں فکری رجحان اور حقیقت نگاری کا عنصر عیاں ہے جو قاری کے دل و دماغ اثر انداز ہوتا ہے۔ان کی شاعری میں امید کی کرنیں واضح دکھائی دیتی ہیں اور وہ سچ وحق کی گویائی کے قایل ہیں۔ان کی شاعری بھی کمال ہے جس طرح ان کا تخلص کمالؔ ہے اسی طرح وہ اپنے اشعار میں بھی کمال دکھائی دیتے ہیں۔بقول پریشان خٹک:

''ان کی کتاب کی ابتدا مناجات سے ہوتی ہے جو پاکیزہ خیالات، عقیدت کے جذبات اور فنی کمالات کا مرقع ہے۔خوبصورت بحر، خوبصورت الفاظ اور رواں اظہارِ بیاں کے ذریعے دل پر اثر کرتی ہی چلی جاتی ہے۔ابتدائی صفحات سلوک اور مذہبی جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے ہمیں ایک سچے مسلمان متعارف کراتے ہیں۔حصہ غزل میں اشعار میں تغزل اور تصوف کا خوبصورت امتزاج، رومانیت کے حسین ولطیف کنایات واستعارات ان کی غزل کے مخصوص رنگ ہیں۔'' (۲)

فضلِ اکبر کمالؔ کے دیوان کا آغاز حُسنِ اِدراک کے موضوع سے ہوتا ہے جس میں حمد، مناجات، تلاش، رُباعی، بحضور سرور کائنات، عرفانِ نظر، مرشدی، عبدیت اور قطعہ شامل ہے۔فضل اکبر ایک قناعت پسند شاعر ہے اور وہ ہر حال میں اللہ پاک پر توکل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ان کی ایک رُباعی دیکھیے:

جو سامنے آجائے وہ نعمت جانو
ہو جائے میسر جو عنایت جانو
اللہ سے حالات کا شکوہ کیسا
جس حال میں رہتے ہو غنیمت جانو(۳)

کرنل فضل اکبر کمالؔ کی مادری زبان ہندکو ہے، لیکن اللہ پاک نے ان کو اردو زبان میں اشعار تخلیق کرنے کی خوب صلاحیت عطا کی ہے وہ قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کا ہنر جانتے ہیں اور حقیقت و مجاز بڑے کرینے سے پیش کرتے ہیں۔ڈاکٹر انعام الحق کوثرؔ تحریر کرتے ہیں:

''کمال صاحب کے ہاں جذبے اور فکر کی امیزش کا انداز بڑا فنکارانہ ہے۔جو دل و دماغ پر بڑا گہرا اثر چھوڑتا ہے۔روایت و جدت کا امتزاج کچھ یوں ہے کہ روایت کے دیے جگمگا دیے ہیں اور جدت اور ندرت کے چراغ بھی روشن نظر آتے ہیں۔''(۴)

کرنل فضلِ اکبر کمالؔ نے اپنے دیوان ''حریم وحجاب'' کے دوسرے حصے 'حریم غزل' میں باون غزلوں کو شامل کیا ہے اور ہر غزل تغزل کی چاشنی سے بھرپور ہے۔ان کی شاعری میں فطرت کے مناظر دکھائی دیتے ہیں۔غزل میں جن تاثرات کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان کے کلام میں موجود ہے۔کمالؔ واقعی صاحب کمال ہیں۔ان کی غزل میں قلبی کیفیات کو خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔کمالؔ صاحب کی غزل میں بلند خیالی کے ساتھ ساتھ ترنم اور موسیقی کی جھنکار بھی عیاں ہے۔ان کی غزل میں حسن و عشق کی کیفیات میں حضور ﷺ کی ذات سے عقیدت کا اظہار بھی واضح ہوتا ہے۔بقول جاذب قریشی:

''کمال صاحب کے اشعار میں انسانوں کی محبت کے ساتھ ساتھ خدا کی عظمت اور رسولؐ اکرم کی عقیدتوں نے جگہ جگہ اپنا اظہار پایا ہے۔یہاں تک کہ جب وہ عام غزل لکھتے ہیں تو اس میں بھی حمد یا نعت کے شعر داخل ہو جاتے ہیں۔یہ ایک ایسی بے اختیاری ہے جو کسی باطنی سچائی کے بغیر نہیں مل سکتی۔''(۵)

''حریم وحجاب''،فضل اکبر کمالؔ کے دیوان کا نام ہے اس نسبت سے ان کی شاعری میں حریم وحجاب کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔وہ حریم یعنی گھر کی چار دیواری کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اپنے محبوب کو حریم کی پاسداری کی تلقین کرتے ہیں۔وہ صنف نازک کی عزت و آبرو کو حریم سے باہر محفوظ تصور نہیں کرتے۔حجاب عورت کے حسن میں مزید نکھار پیدا کرتا ہے، لیکن آج کے معاشرے میں حجاب کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور بے پردگی کا دور دورا ہے۔فضل اکبر کا محبوب حجاب کی قدر سے آشنا ہے اور جب کبھی وہ بے حجاب ہوتا تو عاشق کو اس کے حسن کا نظارہ میسر ہوتا ہے۔کمالؔ صاحب فرماتے ہیں:

نظر کے سامنے آتے جو بے حجاب کبھی
نظارہ حُسن کا دیوانہ وار کر لیتے(۶)

....

وہ تیرگی شکن ہے سرِ بزم بے نقاب
ہر سمت روشنی کی ہے برسات آج کل(۷)

....

وہ تیری ضد تیرے چہرے سے نہ سَرکے نقاب
یہ مرا حق کہ مجھے وجہ بتائی جائے(۸)
حصارِ ذات کو جب چاہوں توڑ سکتا ہوں
حریم ذات کا لیکن خیال رکھتا ہوں(۹)

فضلِ اکبر کمالؔ نے ''حریم وحجاب'' میں دور کے بدلتے ہوئے تقاضوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے اور تہذیب وتمدن پر مغربی تہذیب وتمدن کے اثرات کو واضح کیا ہے کہ کس طرح شرم وحیا کا جنازہ نکل گیا ہے اور انسان کی غیرت مر چکی ہے۔ فضلِ اکبر کمالؔ کا ایک قطعہ دیکھئے:

غیرت ہے بے نقاب تو فطرت ہے بے حجاب
پاسِ حیا کا دور نہ جانے کدھر گیا
اس دورِ معصیت کے ہر اک موئے تن سے آج
آواز آرہی ہے کہ انسان مر گیا(۱۰)

دیوان ''حریم وحجاب'' کے حصہ سوم حجاب درمیاں میں کرنل فضل اکبر کمالؔ نے کاکولیات، کیڈٹ قوالی، پاکستان ملٹری اکیڈمی، لفٹینیات، جدید قصیدہ قریشیہ، پاک بھارت جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء، سوچیں، کور آف سگنلز، جسمانی صلاحیت کا امتحان، کپتانیات، آپ بیتی، قصیدہ درہجو کیے از کرنیلاں ۱۹۶۹ء، ۴۹۱ گرپ انجینئر الوداع ۱۹۶۹ء، شب عروسی، الوداع گلگت ۱۹۷۰ء، میجریات، نذر سگنل، ترک تعلق ۱۹۷۱ء، درہجو کمانڈنگ افسر SIH ۱۹۷۲ء، ہوشیار، تاش کا کھیل، لیلی، مجنوں، ۲۱۲۔ انفنٹری بریگیڈ ۱۹۷۳ء، ایک فوجی ٹریننگ سکول کی آفیسر میس کی روئیداد، بی پلس، قوالی، کرنیلیات، بڑھاپا۔ پرسکون، تضمین، سہرا، جنرل ہیڈ کواٹر(GHQ) راولپنڈی اور قطعات جیسے موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے ان موضوعات سے فوج کی تربیت، رہن سہن، حسن سلوک، ترقی وتنزلی، جنگ وجدل کے حالات سے آگاہی، ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگ سے واقفیت ہوتی ہے۔ ان کے ملّی نغموں میں وطن سے محبت اور چاہت کی عکاسی کی گئی ہے۔ فضل اکبر کمالؔ نے جہاں فوجی رجحانات کی نشان دہی کی ہے وہاں انھوں نے اردو ادب کی اصناف کو بھی اجاگر کیا ہے۔ نظم، غزل، رباعی، قطعہ اور قصیدہ جیسی اصناف کو اپنے مجموعہ کلام ''حریم وحجاب'' میں واضح کیا ہے۔ ان کی اس کاوش کو ادبی طور پر اردو ادب میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

سید نورالحسن رضوی ایک فوجی انجینئر تھے ان کا شعری مجموعہ ''عکسِ نور'' شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز سے ۱۹۸۹ء شائع ہوا۔ یہ شعری مجموعہ قطعات، نظم، غزل اور سلام پر مشتمل ہے۔ میجر (ریٹائرڈ) سید نورالحسن رضوی قیام پاکستان سے قبل الہ آباد کی بی۔ ایس سی کلاس کے طالب علم تھے۔ انھوں نے یونیورسٹی کو خیر باد کہا، اور پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول میں شمولیت اختیار کی۔ آپ نے دو سال کی تگ ودو، جاں فشانی اور محنت سے کام کرنے کے بعد اللہ کے فضل وکرم سے ای۔ ایم ای میں کمیشن

حاصل کیا۔آپ کو انجینئر کی تعلیم کے لیے حکومت پاکستان نے انگلستان (نصرا کالج) بھیج دیا۔میجر صاحب کو انگلستان کی دنیا ہی الگ محسوس ہوئی۔ بقول شخصے ’’یہاں کا تو بچہ بچہ انگریزی بولتا ہے!‘‘ وہاں انھیں بہت سے مشاہدات و تجربات سے گزرنا پڑا۔وہ زندگی میں پہلی مرتبہ بال روم ڈانس (زندہ ناچ) میں شامل ہوئے۔ماحول کی اجنبیت اورعنفوان شباب نے ان کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔اسی دوران انھوں نے طبیعت کی ہیجانی کیفیت کو کم کرنے کے لیے لکھنے کا سہارا لیا۔’’بال روم ڈانس‘‘ سے ان کی شاعری کا آغاز ہوا۔ ہسپانیہ اور چند غزلیں انگلستان میں لکھیں۔انگلستان سے وطن واپسی پر فوج میں فرائض منصبی کی ادائیگی اور زندگی کے گورکھ دھندوں میں کچھ ایسے الجھے رہے کہ شاعری کو پسِ پشت ڈالنا پڑا۔فوج سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد آپ حبیب سائنس کالج کراچی کے پرنسپل مقرر ہوئے۔دو سال درس و تدریس کے خوش گوار ماحول میں اپنی زندگی کے بہترین ایام گزارے اور چند غزلیں بھی کہیں۔

میجر سید نورالحسن رضوی صاحب بارہ سال کویت میں قیام پذیر رہے۔یہاں طرحی مشاعروں اور مسالموں میں حصہ لینے کا موقع ملا۔’’میں ابھی غم کا فسانہ تو مکمل کر دوں‘‘، ’’کتنے جھوٹے تیرے وعدوں کے سہارے نکلے‘‘، ’’ان کی محفل میں بھی اُن کا سامنا ہوتا نہیں‘‘، گلشن علیؑ، بہار علیؑ، باغباں علیؑ اور دنیا کو آج بھی ہے ضرورت حسینؑ کی وغیرہ پر طبع آزمائی کی۔ پاک و ہند نژاد کے اردو داں حضرات کی ایک کثیر تعداد نے ہر موقع پر آپ کی بڑی حوصلہ افزائی کی۔سید نورالحسن رضوی شعرا کی تہہ دل سے عزت کرتے ہیں۔آپ کی نگاہ میں اُن کا مقام بہت ہی بلند ہے۔آپ اپنی کثیرِ نفسی کے پیشِ نظر اپنے آپ کو درحقیقت شاعر نہیں سمجھتے۔شاید اسی لیے انھوں نے اپنی شاعری میں کبھی تخلص کا استعمال نہیں کیا۔آپ کا مجموعہ کلام ’’عکسِ نور‘‘ کا مختصر سا جائزہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔میجر سید نورالحسن رضوی صاحب کے مجموعہ کلام ’’عکسِ نور‘‘ میں سب سے پہلے قطعات کو استعمال کیا گیا ہے جن میں ان کے جذبات دیارِ غیر کے لیے ابھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔انھوں نے بہارِ گل اور چمن کی تشبیہات کو پیش کیا ہے۔شاعر خوش گوار ماحول سے انس رکھتا ہے اور وہ اس کے دل پر نقش کر جاتے ہیں۔گزرے ہوئے حسین لمحات کو یاد کرنا اس کے لیے مسرت کا سامان مہیا کرتا ہے۔حسین ماحول اور حسین وادیوں میں رہتے ہوئے شاعر کے جذبات و احساسات میں بہت سے بت تراشے گئے، لیکن انھوں نے ان سب حسین وادیوں سے منہ موڑ کر اپنے رب کی طرف ہی رجوع کیا ہے۔نورالحسن رضوی کا ایک قطعہ دیکھیے:

وادیٔ سعی و ریاضت سے گزر آیا ہوں
بحرِ عرفان میں ڈوبا تھا ، اُبھر آیا ہوں
ذہن میں بت بھی تراشے تھے مگر آخر کار
سب سے پہلے منہ موڑ کے یارب تیرے گھر آیا ہوں(۱۱)

میجر سید نورالحسن رضوی کا شاعری کی طرف راغب ہونے میں دیارِ غیر کی محفلوں کا اثر بھی کارفرما ہے۔دیارِ غیر کی محفلوں نے ان کے جذبات پر اثرات مرتب کیے اور انھوں نے اپنے جذبات و خیالات کو لفظوں میں پرونا شروع کیا۔’’بال روم ڈانس‘‘ کی محفل نے آپ کو خوب متاثر کیا اور اس عنوان سے آپ نے نظم بھی تحریر کی جس میں انھوں نے محفل کے خدوخال بڑے احسن انداز میں پیش کیے۔انھوں نے ’’بال روم ڈانس‘‘ کا کچھ اس طرح آغاز کیا:

ہلکی سی روشنی ، وہ چاند ستارے دریا
ساز بجتے ہوئے مدھم سے معطر سی ہوا
وہ دمکتے ہوئے چہرے ، وہ جوانی ، وہ ادا
رقص گاہوں کی پر اسرار سی پر جوش فضا(۱۲)

انھوں نے ''بال روم ڈانس'' میں رقص کے انداز اور اس کے رموز واوقاف کی باریک بینی کو بڑے عمیق انداز میں پیش کیا ہے۔مغرب میں مئے نوشی، شبابِ محفل، سرگوشی اور مدہوشی کی کیفیات کو اجاگر کیا ہے کہ کس طرح وہاں زندگی سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔مغرب کی تہذیب تمدن میں شرم وحیا والی کوئی چیز نہیں ہے بل کہ عُریانی اور بے حیائی عام ہے۔اس ضمن میں نورالحسن رضوی کے اشعار دیکھئے:

ان کے انداز نے غمازی افسانہ جو کی
بکھری زلفوں نے سنا ڈالی کہانی ساری
ایسی بے شرم کہانی کہ حجاب آتا ہے
کیا یوں ہی شاید مغرب پہ شباب آتا ہے(۱۳)

سید نورالحسن رضوی بھی عشق ومحبت سے دوچار ہوئے ہوں گے۔محبت میں ناکامی عاشق کو ہجر ووصال کی کیفیت سے آشنا کرتی ہے۔وِصال یار ہوتا رہے تو عاشق کی زندگی بھرپور گزرتی ہے اور ہجر وجدل میں تاثرات گرویدہ ہوتے ہیں،غم سے لبریز اور افسردہ ہوتے ہیں۔کچھ ایسی ہی کیفیات نورالحسن کے ساتھ درپیش ہیں۔ان کی نظم ''تم مہربان ہوا کرتے تھے'' اس میں معشوق کی بے وفائی، بے اعتنائی، بے رخی اور عدم توجہی کی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے۔یہاں بھی روایتی شاعری کی طرح معشوق کی ستم ظرفی،ظلم وستم، بے قدری اور بے بسی کے رجحانات کی طرف اشارہ کیا گیا جو کہ اکثر عاشق اور معشوق کے درمیان رونما ہوتا ہے۔عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کو منانے کی کوشش میں رہتا ہے اور وہ سارے گلے شکوے بھلا کر اپنے محبوب کے ساتھ رہنے کا خواہاں ہے:

آؤ اب میل جول کرلیں ہم
صُلح سے مول تول کرلیں ہم
زیست کی گتھیوں کو سلجھاؤ
پھر سے تم مہرباں ہو جاؤ(۱۴)

میجر سید نورالحسن رضوی نے اپنی نظم ''کب وہ آئیں گے'' میں صیغہ مونث کا استعمال کیا ہے۔صنف نازک کے انداز میں ہجر وفراق، دکھ درد اور افسردگی کی کیفیات کو اجاگر کیا گیا ہے۔اس نظم میں انھوں نے اپنے محبوب سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا ہے۔شاعر اپنے محبوب سے دل وجان سے اُنس ومحبت رکھتا ہے اور اس سے ملنا اس کے لیے زندگی میں انبساط کا باعث ہے۔وہ صبر وتحمل کیے ہوئے ہے اور اپنے یار کو اپنی وفاؤں کی سوگند دے رہا ہے کہ تو ہی میری دنیا وزندگی ہے آجا مجھے اپنا دیدار کرا دے۔نورالحسن صاحب لکھتے ہیں:

شوق صبر آزما کی سوگند
تجھ کو میری وفا کی ہے سوگند
میری دنیا کے دل ستاں آجا
میرے محبوب میری جاں آجا(۱۵)

میجر سید نورالحسن رضوی نے ہسپانیہ کا سفر بھی کیا اور وہاں کی سیر وتفریح سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے ''ہسپانیہ'' کے نام سے ایک نظم بھی لکھ دی۔ ہسپانیہ کا سفر شاعر کے لیے بہت مسحور کن ثابت ہوا، اور ان کی یادِ ماضی کا حصہ تصور ہوا۔ ''ہسپانیہ'' میں صنف نازک کی شوخ اور چنچل اداؤں کا ذکر بہت خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ شہر کی رونق محلوں کی چھاؤں میں مفلسی کی کیفیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ صدیوں یہاں مسلمان حکمرانوں نے حکومت کی اور وہاں قرآن وسنت کا دور دورا رہا، لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ امتِ مسلمہ عیش وعشرت میں پڑ گئی اور اسلامی تہذیب وتمدن کو مغربیت نے کچل ڈالا۔ شاعر کفر کے خلاف جہاد کرتا ہے وہ جعفر پاک وحسین ابن علیؓ جیسے سپہ سالاروں کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور احکام شریعت کا بول بالا کرنے کا خواہاں ہے۔ اس ضمن میں نورالحسن رضوی اظہار کرتے ہیں:

بول احکامِ شریعت کا ہو پھر سے
کاش ہو کفر کی دنیا تہ و بالا پھر سے
پھر سے ایمان کے اصولوں کو معیّن کر دے
اُوج کو پرچمِ اسلام سے مُزین کر دے(۱۶)

غزلوں میں نورالحسن رضوی نے حسن وشباب وعشق کے پہلوؤں کو پیش کیا ہے اور ہجر وفراق میں محبوب اور رقیب کی جفا کاری پر روشنی ڈالی ہے۔ شاعر انجانی راہِ عشق کے انجام سے خوب آشنا ہے۔ اس میں آہ وزاریء دل، بے دلی، بے رخی اور بے گانہ وشی سبھی کارفرما ہوتی ہے، لیکن شاعر تمام غم واندوہ کو برداشت کرنے کے بعد امید ومسرت کے لمحات کا متقاضی ہے:

وہ رفیقِ جان با حسن و شباب آنے کو ہے
میرے غم خانے میں پھر اک آفتاب آنے کو ہے
میں چلا، اے ہجر کی تاریک راتو الوداع
صبح کاذب ڈھل چکی ہے آفتاب آنے کو ہے(۱۷)

مجموعہ کلام ''عکسِ نور'' کے آخر میں چھ سلام اللہ کی عظیم ہستیوں پر پیش کیے گیے ہیں جن میں رسول اکرم ﷺ، حضرت علیؓ، فاطمہ الزہرہؓ، حسن اور حسینؓ کی ملتِ اسلامیہ کے لیے دینی خدمات کو اجاگر کیا ہے اور محبتِ حسینؓ میں ہی راہ نجات کو تلاش کیا ہے:

قائم کرو نماز ،بدی سے کرو جہاد
کہتے ہو گر ہے تم کو محبت حسینؓ کی(۱۸)

میجر نورالحسن رضوی نے حضرت محمد ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، انبیا کرام اور حسن وحسینؓ پر سلام پیش کیا۔ آپ کے مجموعہ کلام ''عکسِ نور'' میں چھ قطعات، چار نظمیں، ستئیس غزلیں اور چھ سلام شامل ہیں۔ ان کے کلام میں جہاں حسن وعشق کی

کیفیات کو بیان کیا گیا ہے وہاں اسلام سے محبت اور اسلام کے چاہنے والوں سے بھی عقیدت و اظہار کے پہلوؤں کو عیاں کیا گیا ہے۔نورالحسن صاحب کو شعرا سے انس و محبت تھی اور وہ مشاعروں میں بھی شامل ہوا کرتے تھے،لیکن اپنے آپ کو شاعر تصور نہیں کرتے تھے اور نہ ہی انھوں نے اپنی شاعری میں تخلص کا استعمال کیا۔ان کی شاعری کا آغاز دیارِ غیر سے ''بال روم ڈانس'' سے ہوا،ان کی سب سے پہلی نظم کا عنوان بھی ''بال روم ڈانس'' ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو مغرب کی تہذیب و تمدن نے متاثر کیا اور اپنی اس نظم میں مغرب کی بے حیا تہذیب کی عکاسی بھی کی ہے۔اسی طرح ان کی ایک اور نظم ''ہسپانیہ'' ہے جس میں مسلمانوں کے ماضی اور حال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ماضی میں کس طرح مسلمانوں نے وہاں حکمرانی کی اور آج کی صورت حال اس کے متضاد ہے۔مسلمانوں نے اپنے ماضی کو بھلا دیا ہے اور یہ سب اسلام سے دوری کا باعث ہے۔میجر نورالحسن نے بھی اپنی شاعری سے مسلمانوں کی غیرت کو جگانے کی سعی کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کمالؔ، فضل اکبر، کرنل، حریم وحجاب، کوئٹہ: انجمن بولان، پاکستان، ۱۹۸۵ء، ص:۱۴

۲۔ پریشان خٹک، مشمولہ: حریم وحجاب، فضل اکبر کمالؔ، کوئٹہ: انجمن بولان، پاکستان، ۱۹۸۵ء، ص:۳۳

۳۔ کمالؔ، فضل اکبر، کرنل، حریم وحجاب، ص:۵۵

۴۔ انعام الحق کوثرؔ، ڈاکٹر، مشمولہ: حریم وحجاب، ص:۳۵

۵۔ جاذب قریشی، مشمولہ: حریم وحجاب، ص:۳۸

۶۔ کمالؔ، فضل اکبر، کرنل، حریم وحجاب، ص:۷۶

۷۔ ایضاً، ص:۸۹

۸۔ ایضاً، ص:۱۰۸

۹۔ ایضاً، ص:۱۱۰

۱۰۔ ایضاً، ص:۱۲۶

۱۱۔ نورالحسن رضوی، سید، میجر، عکس نور، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ۱۹۸۹ء، ص:۱۵

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۹

۱۳۔ ایضاً، ص:۲۳

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۸

۱۵۔ ایضاً، ص:۳۳

۱۶۔ ایضاً، ص:۳۸

۱۷۔ ایضاً، ص:۶۳

۱۸۔ ایضاً، ص:۹۸

☆......☆......☆